اسلام اور مغربی تہذیب

شیخ مصطفیٰ السباعی (مرحوم)

[شیخ مصطفیٰ السباعی سالہا سال تک شام میں اخوان المسلمون کی تحریک کے لیڈر رہے ہیں۔ اور اب کئی سال سے دمشق کی کلیۂ شریعہ کے پرنسپل اور رسالہ حضارۃ الاسلام کے ایڈیٹر تھے۔ حال ہی میں ان کے انتقال کی خبر ملی ہے۔ ان کی وفات درحقیقت تمام دنیائے اسلام کے لیے ایک نقصانِ عظیم ہے۔

سال گذشتہ وہ اپنے علاج کے سلسلے میں مغربی جرمنی گئے تھے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا تھا۔ واپسی پر دمشق میں ایک جرمن صحافی سے ان کی جو گفتگو ہوئی تھی اسے یہاں مجلۂ حضارۃ الاسلام سے نقل کیا جا رہا ہے۔ ع۔ف]

جرمن صحافی نے گفتگو کی ابتدا کرتے ہوئے سوال کیا کہ استعمار اور معاشرتی پس ماندگی کے خلاف مسلمانوں میں جو تحریکات چل رہی ہیں ان کے بارے میں اسلام کا موقف کیا ہے؟

ڈاکٹر سباعی نے جواب دیا کہ اسلام دین آزادی ہے۔ وہ نہ یہ پسند کرتا ہے کہ مسلمان کسی بھی سامراجی کے آگے جھکیں اور نہ یہ کہ وہ کاروبار زندگانی میں پیچھے رہ جائیں۔ اسلام ہی کی تعلیمات نے عربوں کو چودہ سو برس سے ہر قسم کے بیہودہ رسم و رواج سے محفوظ رکھا ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے عربوں کو امن و انصاف اور آزادی کا پیغامبر بنا کر اقوامِ عالم کی طرف بھیجا، انہیں تہذیب سکھائی، ان کی آنکھوں سے جہالت کے پردے ہٹائے، انہیں تمام بندگیوں سے آزاد کر کے ایک خدا کا بندہ بنایا اور ان کے اندر انسانی بھائی چارے کی وہ روح پھونکی جو کوئی دوسرا قدیم و جدید دین یا فلسفہ پھونکنے پر قادر نہ تھا۔

جرمن صحافی۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ موجودہ زمانے میں مسلمان متمدن اقوام سے پیچھے رہ گئے ہیں؟

ڈاکٹر سباعی۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ اہم سبب یہ ہے کہ موجودہ زمانہ سامراج سے متاثر ہے۔ اور سامراج، جب سے مسلمان ممالک اس میں گرفتار ہوئے ہیں، اپنے تمام وسائل و ذرائع کے ساتھ پیہم اسلام کی بیخ کنی کرنے، اس کی تعلیمات کا حلیہ بگاڑنے اور نئی نسلوں کو اس کی روح سے بیگانہ کرنے میں مصروف رہا ہے۔ چنانچہ اقوامِ مغرب ہی دراصل اسلام کی طرف مسلمانوں کی بازگشت میں سنگِ گراں بنی ہوئی ہیں۔

جرمن صحافی۔ یہ بات روس کے بارے میں تو درست ہو سکتی ہے، لیکن جہاں تک مغرب کا سوال ہے، مَیں یہ باور نہیں کر سکتا کہ امریکہ، برطانیہ اور فرانس اسلام سے متحارب ہیں۔

ڈاکٹر سباعی: اسلام کے ساتھ اس عداوت میں شرق و غرب کی شرکت میں ہمیں کوئی شبہ نہیں ہے۔ میں ابھی چند روز قبل مغربی جرمنی سے واپس آیا ہوں۔ جو کچھ میں نے وہاں دیکھا، اسے میں آپ کے سامنے مغرب کی اسلام دشمنی کے ثبوت میں بطور مثال کے عرض کرتا ہوں۔ مجھے اس چیز نے پریشان کر دیا کہ وہاں ہر میدان میں خواہ وہ فکر و نظر کا میدان ہو یا پراپگنڈے کا، یونیورسٹی ہو یا گرجا یا نجی مجالس، ریڈیو ہو یا ٹیلیویژن، غرض ہر جگہ اسلام کے حقائق کو مسخ کرنے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے ایک منظم منصوبہ موجود ہے۔ کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں؟

جرمن صحافی۔ یہ درست ہے، ہو سکتا ہے اس کا سبب یہ ہو کہ آپ تہذیب کا ساتھ دینے کے بجائے پیچھے رہ گئے۔

ڈاکٹر سباعی: ہم کس میدان میں آپ کو اپنی تہذیب سے پس ماندہ نظر آتے ہیں؟۔

جرمن صحافی۔ عورت ہی کے مقام کو لے لیجیے۔ آپ یہ گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ مجالس و محافل اور رقص و سرود میں شرکت کرے۔ آپ مصر ہیں کہ وہ کارخانوں میں کام نہ کرے۔

ڈاکٹر سباعی۔ کیا آپ کے ہاں، گھر سے نکلنے کے بعد عورت کا مقام معاشرتی نقطۂ نظر سے

محفوظ و مامون رہ گیا ہے ؟ کیا اس چیز نے آپ کو گھریلو نظام کی تباہی تک نہیں پہنچا دیا اور کیا سال بہ سال آپ کے ہاں اخلاقی جرائم اور ناجائز اولاد میں اضافہ نہیں ہو رہا ؟

جرمن صحافی ۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ ہمارا گھریلو نظام بری طرح تباہ ہو چکا ہے ۔ اور اس تباہی کے ہاتھوں ہم نے بڑے دکھ اٹھائے ہیں ۔ لیکن یہ ایک ایسا تاوان ہے جس سے ہم علمی ترقی کے ذریعے عہدہ برآ ہو گئے ہیں ۔

ڈاکٹر سباعی ۔ جب کہ آپ پر عورت کے عام محفلوں میں جانے کے نقائص اور مضرات واضح ہو چکے ہیں تو پھر آپ ہم پر اپنا فلسفہ کیوں ٹھونسنا چاہتے ہیں ۔ حالانکہ آپ خود اس کی بہت بڑی قیمت ادا کر چکے ہیں اور ہم سے ہمارا فلسفہ کیوں چھڑانا چاہتے ہیں جس نے ہمارے گھریلو نظام کی مسلسل ایک ٹھوس ستون کی طرح حفاظت کی ہے ۔

جرمن صحافی ۔ میں چاہتا ہوں کہ اس نکتے کی وضاحت کر دوں : آپ ہماری علمی ترقی کے حاجت مند ہیں ۔ اور ہم آپ کو یہ ترقی دے بھی سکتے ہیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ اگر آپ یہ چاہیں کہ ہماری تہذیب کا کوئی ایک پہلو لے لیں تو ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ آپ کو یہ کل کی کل ، اپنے تمام محاسن و معائب کے ساتھ لینی پڑے گی اور آپ کو اس کی وہی قیمت ادا کرنی پڑے گی جو ہم کر چکے ہیں ۔

ڈاکٹر سباعی ۔ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کے ہاں عورت کا خروج اور اس کا کارخانوں میں کام کرنا ایک تہذیبی اساس کی حیثیت رکھتا تھا اور کیا آپ کی تہذیب اس کے بغیر نہیں چل سکتی تھی ۔

جرمن صحافی ۔ جب ہماری صنعتی ترقی کی ابتداء ہوئی اس وقت ہمارے ہاں مردوں کی تعداد اتنی نہیں تھی کہ وہ صنعتی پیداوار کے لیے کافی ہو سکتی ۔ اس لیے اس بات پر ہم مجبور ہو گئے کہ عورتیں بھی کارخانوں میں جا کر کام کریں ۔

ڈاکٹر سباعی ۔ تو پھر آپ ہم سے اس چیز کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں جسے آپ نے تو مجبوراً

اختیار کیا لیکن ہم اسے اختیار کرنے پر مجبور نہیں ہیں۔ اور میری رائے میں تو دراصل آپ کو دو امور نے عورت کو اس کے گھر سے نکال کر عمومی زندگی میں لانے پر مجبور کیا ہے۔ اولاً یہ کہ آپ لوگ ہر وقت اور ہر جگہ عورت کو اپنے پہلو میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ ثانیاً آپ لوگ اس کے اخراجات بحیثیت بیوی یا بیٹی اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس لیے آپ نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ کارخانوں میں جائے اور اپنے اخراجات خود اٹھائے۔ ان دونوں وجوہات کا ہمارے ہاں کوئی وجود نہیں ہے۔ اسلام اس قسم کے اختلاط کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ ہمارے ہاں مرد ہر جگہ عورت کو دیکھنے کا خواہش مند نہیں ہے اور اسلام کا نظام نفقات ایک مرد کے لیے یہ لازم کرتا ہے کہ وہ اپنی ماں، بیوی اور بیٹی کے اخراجات برداشت کرے یہاں تک کہ وہ شادی کر لے۔ یہی چیز عورت کو ان فرائض کی ادائی کے لیے فارغ کر دیتی ہے جو اس پر گھر اور بچوں کی طرف سے عائد ہوتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنے گھریلو نظام کے استحکام اور اپنے معیارِ اخلاق کی بلندی کو باقی رکھتے ہوئے بھی آپ کی علمی ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کے مشہور رسالے "سٹیرن" نے اپنی گذشتہ ستمبر کی اشاعت میں جرمنی میں مزدور عورتوں کے بارے میں ایک تحقیقی فیچر شائع کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عورتوں کی اکثریت اس لیے کام کرتی ہے کہ کوئی ان کے اخراجات برداشت کرنے والا نہیں ہے۔ نیز یہ کہ اس طرح اپنے ہم کاروں ہی میں سے انہیں شوہر کے حصول کی بھی امید ہوتی ہے۔ اور یہ دو وجوہات ہمارے ہاں عورت نہیں پاتی کہ ان کی بنا پر وہ کام کرنے پر مجبور ہو۔

جرمن صحافی۔ مجھے شبہ ہے کہ آپ ہماری تہذیب کی مضرتوں سے بچ نہیں سکیں گے۔

ڈاکٹر سباعی۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا ممکن ہے بشرطیکہ ہمارے ہاں ایسی حکومتیں ہوں جو ہماری ترقی کو صحیح سمت میں، عزتِ نفس کے جذبے سے سرشار ہو کر اور کورانہ تقلید سے پاک کر ڈال سکیں۔

جرمن صحافی۔ ہم ایک اور موضوع لیتے ہیں۔ یورپ میں کیتھولک کلیسا اپنی لچک اور ارتقاء کے ذریعے سے لوگوں کے دلوں میں اپنے مقام کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کیا اسلام

میں بھی اتنی لچک ہے کہ وہ زندگی کے ارتقاء کا ساتھ دے سکے؟

ڈاکٹر سباعی۔ اس کے لیے ہمیں مفاہیم کو متعین کر لینا چاہیے۔ آخر لچک اور ارتقاء سے مراد کیا ہے؟ آیا لچک اور ارتقاء وہی ہے جس کا نظارہ ہم نے یورپ میں کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے ہاں کلیسا کی لچک نوجوان مردوں اور عورتوں کے افتتاح نواد کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ جس میں رقص و شرب کی محفلیں پادری کی نگرانی میں جمتی ہیں۔ بلکہ وہی ان کا افتتاح رقص و شراب کے ساتھ کرتا ہے۔ اس نواد میں لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط پکنک پارٹیاں ہوتی ہیں جن میں ان اخلاقی جرائم کا عدم وقوع محال ہوتا ہے جن کی نفی میں تمام ادیان و مذاہب متفق ہیں۔ سو اگر آپ اسلام سے بھی یہ چاہتے ہیں کہ اس میں بھی ایسی ہی لچک پیدا ہو جائے تو یہ تو ہونے سے رہا۔ دراصل اسلام کے کچھ آداب اور اس کا ایک خاص نظام ہے جس سے اگر خروج کیا جائے گا تو وہ کوئی دین جدید تو ہو سکتا ہے اسلام نہیں ہو سکتا۔ اور پھر آخر اس دین کا فائدہ ہی کیا ہے جو طبیعت کی طغیانی پر بند نہ باندھے اور گناہ و نافرمانی پر حد نہ لگائے۔

جرمن صحافی۔ پھر تو آپ کو مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ کیتھولک کلیسہ نے عوام کے دلوں میں اپنے اثر کی حفاظت کی طرف سے غفلت برتی ہے اور اسی چیز کا خطرہ مجھے اسلام کے بارے میں ہے کہ اس میں بھی لچک نہیں ہے۔

ڈاکٹر سباعی۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کی نظر میں زنا اور شراب نوشی مضر ہیں یا نہیں؟

جرمن صحافی۔ مضر ہی نہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ یہ دونوں چیزیں حرام ہیں۔

ڈاکٹر سباعی۔ لیکن کلیسا تو اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ خود جرمنی میں صوم کبیر سے پہلے کارنیوال کے مہینوں میں جو جشن مسلسل تین دن تک کلیسا کے علم اور اس کی نگرانی میں منایا جاتا ہے اس میں لوگوں کو ہر قسم کی اخلاقی اور دینی چھوٹ دے دی جاتی ہے۔ اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر سال کارنیوال کے بعد کنواری حاملاؤں کی تعداد پچھلے سال کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

اس کے بعد وہ اور کونسا اثر ہے جو لوگوں کے دلوں میں کلیسا کا باقی رہ جاتا ہے؟ یہ کس قسم کی لچک ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ اسلام میں بھی پیدا ہو جاتے؟ شاید آپ کو یہ بات معلوم ہو گی کہ آپ کے ہاں لوگوں کو کلیسا کے ساتھ اتنا تعلق نہیں ہے جتنا کہ آپ چاہتے ہیں کہ ہو۔ بلکہ حکومت کی پشت پناہی اور لوگوں پر کلیسائی ٹیکس لگانے کے باوجود کلیسا سے بیزاری دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ بعض جرمنوں نے تو بدھ مت اختیار کر کے فرنکفرٹ میں باقاعدہ مندر تک بنا لیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بدھ مت بت پرستی ہے۔ انسانی عقل نے بعض اقوام میں اسے اس زمانے میں قبول کیا تھا جبکہ جہالت اور تاریکی کا دَور دورہ تھا۔ کیا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے کہ اس بیسویں صدی میں یورپی عقل اس بت پرستی کو قبول کر رہی ہے اور اس کے لیے مندر تعمیر کر رہی ہے؟ لوگوں کے دلوں میں کلیسا کا وہ اثر ہے کہاں جس کے متعلق آپ ارشاد فرماتے ہیں؟ اگر آپ اسلام سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ بھی لچک دار ہو جاتے اور لوگوں کو ہوا و ہوس میں کھل کھیلنے کی چھٹی دے دے تو میں آپ پر واضح کر دیتا ہوں کہ اس قسم کی لچک تو اسلام میں موجود نہیں ہے۔ البتہ جو لچک اسلام میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ ہر اچھی چیز سے استفادہ کیا جائے۔ علم اور فکری ارتقاء کے وسائل اختیار کیے جائیں۔ اس لچک کا اظہار خود آپ کے ہاں اور یورپ اور امریکہ میں ہمارے وہ سینکڑوں اسلام پسند نوجوان کرتے ہیں جو آپ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں اور آپ کی تہذیب کے عین قلب میں رہتے ہوئے بھی اپنے اخلاق و کردار کی حفاظت کرتے ہیں، جیسا کہ اسلام ان سے مطالبہ کرتا ہے۔ نہ شراب پیتے ہیں، نہ بے راہ روی اختیار کرتے ہیں، نہ ان کے طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی آتی ہے یہی وہ چیز ہے جس سے ان کے اساتذہ اور ان کے ہمسایوں کے نزدیک ان کا مقام بلند ہو جاتا ہے۔ میں خود سُن چکا ہوں کہ جرمن اور دوسرے یوروپین ان کے شریفانہ کردار پر کس قدر حیرت زدہ ہوتے ہیں۔ مجھ سے ایک جرمن نے جو ایسے ہی ایک نوجوان اور اس کی استقامت سے واقف تھا کہا کہ یہ نوجوان تو راہب معلوم ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ آج ساری دنیا میں ان کے سے اخلاق اور استقامت کا اور بھی کوئی ہو گا۔ اسلام میں اگر کوئی لچک ہے تو بس یہی اس

کی مثال ہے۔ اسلام علم کا خیر مقدم کرتا ہے، تہذیب و تمدن سے استفادہ کرتا ہے لیکن ان کے معائب اور نقائص سے دامن بچاتا ہے۔ اور یہی دلیل ہے اس بات کی کہ ہم آپ کی تہذیب اور علمی ترقی سے استفادہ کر سکتے ہیں بغیر اس کے کہ آپ کی تہذیب کے کانٹوں سے دامن دریدہ ہوں۔

جرمن صحافی۔ یہ صحیح ہے۔ مجھے جرمنی میں اسی طرح کے چند نوجوانوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تہذیب کی ترغیبات و تحریصات سے جس طرح ان لوگوں نے اعراض کیا ہے میں خود اس پر دنگ رہ گیا۔ حتیٰ کہ میں نے جب اپنی ایک نشری گفتگو میں کہا کہ جرمنی اور یورپ کے مختلف ممالک میں ۲۴، ۲۴ اور ۲۵، ۲۵ برس کے ایسے نوجوان رہتے ہیں جو لذت وصال سے ناآشنا ہیں تو کسی نے میری بات پر اعتبار نہ کیا۔ البتہ جہاں تک کارنیوال کا تعلق ہے تو شاید اس کا سبب کیتھولک مذہب کا "اعتراف" ہے جو اسلام میں موجود نہیں ہے۔ اور یہی چیز آپ کے نوجوانوں کو عیاشیوں میں غرق ہونے سے روکتی ہے۔

ڈاکٹر سباعی۔ اسی سے آپ دیکھیے کہ ہم آپ کے ہاں اس وجہ سے نہیں جاتے ہیں کہ آپ کی اجتماعی زندگی کے انداز اور اس کی اخلاقی قدریں ہمیں بھا گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کی لغزشوں میں حصہ دار بنے بغیر آپ کی علمی ترقی سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

جرمن صحافی۔ میں آپ کا از حد شکر گزار ہوں۔ آپ نے مجھے ایک ایسی حقیقت سے روشناس کیا ہے جس سے ہم اب تک غافل تھے اور وہ یہ کہ ہم اپنی اجتماعی زندگی کے مظاہر سے آپ کو مرعوب نہیں کر سکتے۔ آپ اس کے معائب سے پوری طرح باخبر ہیں اور اس سے دُور رہنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی طرح میں اس بات کے لیے بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اسلام کے بارے میں میری غلط فہمیاں رفع کر دیں۔ آج تک مجھے اپنے متعلق یہ خیال رہا کہ میں سب سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں اور ان کے تہذیبی مسائل کو جانتا ہوں لیکن آپ نے مجھے بتا دیا کہ میں بہت کچھ نہیں جانتا۔ خدا حافظ۔ (ترجمہ: عمر فاروق)